چند نوادر — بسلسلہ اقبالیات

اکبر علی خاں

علامہ اقبال سے متعلق تحریروں کی ایک قسط حاضر ہے ۔ اس میں نظم اور نثر دونوں شامل ہیں ۔ یہ قسط خود شاعر مشرق کی تحریروں پر مشتمل ہے۔ آئندہ وہ چیزیں پیش کی جائیں گی جو گو دوسرے لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں لیکن نوادرات میں سے ہیں اور جن سے یا تو ہمیں دانائے راز کے کلام اور زندگی کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے یا اس ماحول کے سمجھنے میں جس کے ایک فرد وہ خود بھی تھے ۔ ان دوسری قسم کی تحریروں میں مخالف، موافق ۔ منفی، مثبت دونوں انداز ملیں گے ۔ یہاں ان کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ علامہ اقبال سے وابستہ بالواسطہ یا بلا واسطہ ہر تحریر و تقریر کو سامنے آ جانا چاہئے تاکہ ان کی زندگی اور شاعری دونوں کے حتمی طور پر انضباط کے وقت آسانی رہے اور آنے والے مورخ کو ادھر ادھر بھٹکنا نہ پڑے ۔

جیسا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے علامہ اقبال سے متعلقہ اس مواد سے بیشمار دلچسپ باتیں معلوم ہوتی ہیں ان کے خیالات کے کئی گوشے واضح اور نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں جو اس سے پہلے نہ آئے تھے ۔

مکتوبات و تقاریظ:

۱ — اردو کے مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند آنجہانی کی تصنیف ''پریم پچیسی،، کے بارے میں یہ علامہ اقبال کی رائے ہے جو ماہنامہ 'الناظر' لکھنؤ کی اشاعت ستمبر ۱۵ء میں کتاب کے اشتہار کے ساتھ شائع ہوئی ہے ۔ تمہیدی نوٹ یہ ہے :

> ''اردو کے زندہ جاوید شاعر حضرت اقبال نے اپنے ایک خط میں 'پریم پچیسی' کے مصنف کو تحریر فرمایا ہے،، کہ :
>
> ''آپ نے اس کتاب کی اشاعت سے اردو لٹریچر میں ایک نہایت قابل قدر اضافہ کیا ہے ۔ چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز افسانے جدید لٹریچر کی اختراع ہیں۔ میرے خیال میں آپ پہلے شخص ہیں جس نے اس دقیق راز کو سمجھا ہے اور سمجھ کر اس سے اہل

ملک کو فائدہ پہنچایا ہے۔ ان کہانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف انسانی فطرت کے اسرار سے خوب واقف ہے اور اپنے مشاہدات کو ایک دلکش زبان میں ادا کر سکتا ہے،،۔

۲ — یہ خط خواجہ حسن نظامی کی کتاب 'بیوی کی تعلیم، (چوتھا ایڈیشن مئی ۱۹۲۰ء) میں چند دیگر مشاہیر اہل قلم کی تقاریظ اور خطوط کے ساتھ صفحات نمبر ۶، ۷ پر شائع ہوا ہے۔ مکتوب کا عنوان صاحب کتاب نے یہ قرار دیا ہے :

'از ترجمان حقیقت سیر الوصال مبصر یکتا تعلیم و تربیت جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر۔ پی ایچ ڈی،

'لاہور

۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء

مخدومی خواجہ صاحب۔ اسلام علیکم۔

میں آپ کے انداز بیان کا عاشق ہوں اور مجھی پر کیا موقوف ہے ہندوستانی دنیا میں کوئی ایسا دل نہیں جس کو آپ کے اعجاز قلم نے مسخر نہ کیا ہو۔

پیش پا افتادہ چیزوں میں اخلاق اور روحانی اسرار دیکھنا اور اس ذریعہ سے انسان کے عمیق مگر خوابیدہ جذبات کو بیدار کرنا آپ کے کمال کا خاص جوہر ہے۔ اگر مجھ کو یقین ہوتا کہ ایسا انداز تحریر کوشش سے حاصل ہوسکتا ہے۔ تو قافیہ پیمائی چھوڑ کر آپ کے مقلدین میں داخل ہوتا۔ اردو لکھنے والوں میں آپ کی روش سب سے نرالی ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ نثر اردو کے آئندہ مورخین آپ کی ادبی خدمات کا خاص طور پر اعتراف کریں گے۔

رسالہ 'بیوی کی تعلیم، جو حال ہی میں آپ کے قلم سے نکلا ہے نہایت دلچسپ اور مفید ہے خصوصاً دمڑی والے سبق نے تو مجھے ہنسایا بھی اور رلایا بھی۔ باقی سبق بھی نہایت اچھے اور کارآمد ہیں اور عام تمدنی، سیاسی و مذہبی مسائل کو سمجھانے کے لئے خط و کتابت کا طریق بھی نہایت موزوں ہے لڑکیوں کو اس سے بیحد فائدہ پہنچے گا۔

میں نے بھی یہ رسالہ گھر میں پڑھنے کے لئے دیدیا ہے۔ مسلمان لڑکیوں کو خواجہ بانو کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ ان کی تحریک سے ایسا مفید رسالہ لکھا گیا۔

مخلص
محمد اقبال،،

۳ ــ رام بابو سکسینہ آنجہانی کی مشہور تصنیف ''تاریخ ادب اردو،، کے بارے میں علامہ اقبال کی یہ رائے کتاب مذکور کے اردو ترجمہ کے آخر میں دیگر مشاہیر کی آراء کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہے۔ سکسینہ کی 'تاریخ ادب اردو، ۱۹۲۷ء میں اشاعت پذیر ہوئی تھی۔ اسی زمانے کے لگ بھگ علامہ اقبال نے اپنی یہ رائے سکسینہ کو لکھی ہوگی۔

> ''آپ نے اس کتاب کے لکھنے میں بڑی محنت کی ہے جو اس طرح بار آور ہوئی کہ تاریخ ادب اردو میں ایک بہترین کتاب کا اضافہ ہوگیا،،۔

۴، ۵، ۶، ۷ ــ یہ چاروں خطوط مولانا وحید احمد، ایڈیٹر ''نقیب،، بدایوں کے نام لکھے گئے تھے۔ ان میں سے پہلے تین خطوط ''نیرنگستان،، دھلی خاص نمبر ۱۹۳۵ء کے صفحات نمبر ۳۷، ۳۸ پر درج ہیں۔ چوتھے خط کا عکس ماہنامہ ''نیرنگ،، رام پور اسٹیٹ یو۔ پی کے تنقید نمبر جون ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا تھا اور اس خط کے بارے میں مدیر رسالہ نے اپنے اداریئے بعنوان ''نیرنگستان،، صفحہ نمبر ۲ کے تحت لکھا تھا۔

> ''کون خبردار نہیں کہ علامہ سر اقبال کے الہامات شعری نے کیا نظام عمل دنیائے علم و ادب کیلئے پیش کیا ہے اور ان کے پیغامات نے اہل ہند کو بیدار کرکے کس طرح پر بلانا چاہا ہے۔ سنئے کہ علامہ موصوف نے یہ سب کچھ کسی ''خاص اثر،، کے ماتحت کیا۔ مکرمی مولانا وحید احمد صاحب سابق ایڈیٹر ''نقیب،، مرحوم کی موسومہ ایک تحریر میں اس راز سے آگاہ فرماتے ہیں۔ عکس تحریر ملاحظہ کیجئے،،۔

"لاہور ۔ ۱۸ نومبر ۱۹ء

مکرم بندہ ۔ اسلام علیکم ۔

آپ کے دونوں خط مجھے مل گئے تھے ۔ پہلے خط میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس کا جواب جلدی دیا جائے دوسرا خط ملا تو میں بخار کی وجہ سے صاحب فراش تھا اب کچھ افاقہ ہوا ہے ۔

افسوس ہے کہ کوئی شعر اس وقت لکھا ہوا موجود نہیں ۔ مشاغل اجازت نہیں دیتے کہ جب چاہوں توجہ کرسکوں اور فکر کرکے کچھ شعر کہہ لوں ۔

مخلص
محمد اقبال لاہور"

"لاہور ۔ ۲۷ نومبر ۱۹ء

مخدومی ۔ السلام علیکم ۔

نوازش نامہ مل گیا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں ۔ خدا کے فضل و کرم سے اب بالکل اچھا ہوں ۔ میری زندگی میں کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں جو اوروں کے لئے سبق آموز ہوسکے ۔ ہاں خیالات کا تدریجی انقلاب البتہ سبق آموز ہوسکتا ہے ۔ اگر کبھی فرصت مل گئی تو لکھوں گا ۔ فی الحال اس کا وجود محض عزائم کی فہرست میں ہے ۔

مولانا اکبر کا خط مجھے دہلی سے آیا تھا ۔ اگر وہ کچھ روز وہاں ٹھہرتے تو میں بھی ان کی زیارت کے لئے آ جاتا ۔

مخلص
محمد اقبال"

"لاہور ۳۰ اگست ۲۱ء

مخدومی

تبدیل آب و ہوا کے لئے شملہ چلا گیا تھا مگر وہاں جاتے ہی طبیعت اور بگڑ گئی چار پانچ روز کے بعد واپس آگیا ۔ اب خدا کے فضل سے کسی قدر اچھا ہوں ۔

آپ کا حسن ظن میری نسبت بہت بڑھ گیا ہے۔ حقیقت میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی نسبت دنیائی شاعری کچھ بھی نہیں اور نہ کبھی میں نے seriously اس طرف توجہ کی۔ بہر حال آپ کی عنایت کا شکر گزار ہوں۔ باقی رہا یہ امر کہ موجودہ بیداری ہندوستان کی تاریخ میں میرا نام تک بھی نہ آئے تو مجھے قطعاً اس کا ملال نہیں لیکن آپ کے اس ریمارک سے مجھے بہت تعجب ہوا کیونکہ میرا خیال تھا کہ اس بات کا شاید کسی کو احساس نہیں۔ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کے ''تذکرہ'' کا دیباچہ لکھنے والے بزرگ نے جن الفاظ میں محمد علی شوکت علی اور میری طرف اشارہ کیا ہے ان سے میرے اس خیال کو اور تقویت ہوگئی ہے لیکن اگر کسی کو بھی اس کا احساس نہ ہو تو مجھے اس کا رنج نہیں کیونکہ اس معاملہ میں میں خدا کے فضل و کرم سے بالکل بے غرض ہوں۔ معلوم نہیں کون سا شعر آپ کے پاس امانت ہے۔ بہتر ہے چھاپ دیجئے۔

مخلص محمد اقبال''

''لاہور۔ ۷ ستمبر ۱۹۲۶ء

مخدومی۔ السلام علیکم۔

آپ کا والد نامہ ملا۔ جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔

میرا خیال تھا کہ آپ کے پاس میرا اور کوئی شعر ہوگا۔ اس شعر میں کیا رکھا ہے۔ اگر آپ کو مضمون لکھنے کی زحمت گوارا کرنا ہے تو ایک رباعی فارسی حاضر کرتا ہوں اس پر لکھئے اور اس شعر کو نہ چھاپئے اور اس پر مضمون لکھنے کا خیال ترک کیجئے۔ وہ رباعی مندرجہ ذیل ہے:

تو اے کودک منش خود را ادب کن
مسلمان زادۂ ترک نسب کن
برنگ احمر و خون و رگ و پوست
عرب نازد اگر ترک عرب کن

اس زمانہ میں سب سے بڑا دشمن اسلام اور اسلامیوں کا نسلی امتیاز اور ملکی قومیت کا خیال ہے۔ پندرہ برس ہوئے جب میں نے پہلے پہل اس کا احساس کیا۔ اس وقت میں یورپ میں تھا اور اس احساس نے میرے خیالات میں ایک

انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی آب و ہوا نے مجھے مسلمان کردیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے کبھی فرصت ہوئی تو اپنے قلب کی تمام سرگذشت قلمبند کروں گا جس سے مجھے یقین ہے کہ بہت لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ اس دن سے جب یہ احساس مجھے ہوا آج تک برابر اپنی تحریروں میں یہ بھی خیال میرا مطمع نظر رہا ہے۔ معلوم نہیں میری تحریروں نے اور لوگوں پر اثر کیا یا نہیں کیا۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اس خیال نے میری زندگی پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور،،

۸ — یہ خط ہفت روزہ ''ہماری زبان،، علی گڑھ بابت یکم اگست ۷۰ء سے یہاں نقل کیا جاتا ہے جہاں اس کی اصل انگریزی عبارت شائع ہوئی ہے۔ کلیات اقبال مرتبہ عبدالرزاق صاحب حیدرآبادی کے بارے میں نہ جانے کیوں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ وہ علامہ اقبال کی اجازت کے بغیر چھاپی گئی اور اس کا حق تصنیف ناشر و مرتب (عبدالرزاق حیدرآبادی) نے علامہ اقبال کو ادا نہیں کیا تھا۔ خود میں نے اپنے ایک مضمون میں عبداللہ قریشی کے حوالہ سے ذکر کیا تھا جس کو پڑھ کر مرتب کلیات نے مجھے لکھا کہ ان کے پاس چند ایسی تحریریں موجود ہیں جن سے اس افواہ کی تردید ہوگئی ہے۔ یہ مکتوب بھی اسی سلسلہ کا ہے جو علامہ اقبال کے ایک دوست نذر علی حیدرآبادی، معتمد محکمہ فنانس کے نام لکھا گیا تھا۔ علامہ اقبال کے پہلے سفر حیدرآباد میں بھی صاحب ان کے میزبان تھے۔ بہر حال اس خط سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ علامہ اقبال کی اجازت سے یہ کتاب شائع کی گئی تھی اور اس کا حق تصنیف بھی ان کو ادا کیا گیا تھا۔ کلیات اقبال ۲۴ء میں شائع ہوئی تھی اس لئے اس مکتوب کو اسی سال کا قرار دینا چاہیئے۔

''ڈیر مسٹر حیدری

آپ کے مکتوب کا بہت شکریہ جس کے ساتھ مسٹر عبدالرزاق کا مکتوب منسلک تھا۔ مجھے رقم کی ادائیگی کے سلسلہ میں ان کی مہلت منظور ہے۔ افسوس ہے کہ مجھے اس کی برطانوی ہندوستان سے باہر فروخت پر اصرار کرنا پڑا۔ میرا مطلب سلطنت نظام سے ہے۔ کیونکہ جن لوگوں سے مجھے معاملہ

کرنا ہے وہ اس شرط کے بغیر کسی معاہدہ کیلئے تیار نہ ہوں گے اور میں بھی ان کے نقطۂ نظر سے اسے درست جانتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اب وہ لوگ معاہدہ کی تکمیل کرائیں گے۔ حالانکہ مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ مجھے ذاتی طور پر ایک ہزار روپے کی ادائیگی کا بھی ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ عبدالرزاق صاحب نے یہ محسوس کرلیا ہوگا کہ مجھے اس فیصلے سے کوئی فائدہ نہیں ہورہا جو آپ کی مہربانیوں سے طے پایا ہے۔

ان تمام تکلیفوں کا شکریہ جو آپ نے اٹھائی ہیں۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال،،

۹ — ڈاکٹر عبدالغنی کی معروف انگریزی کتاب ''فارسی زبان و ادب کی تاریخ — مغلیہ دربار میں،، کی تیسری جلد، جو اکبر کے دور پر مشتمل ہے، کے آخر میں علامہ اقبال کی یہ رائے بھی شامل ہے۔ یہ کتاب انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے ۱۹۳۰ء میں شائع کی تھی :

''لاہور۔ ۱۵ مارچ ۱۹۳۰ء

مائی ڈیر غنی

آپ کی اس عنایت کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے ہمایوں اور بابر پر بھی اپنی کتابیں بھیجیں۔ میں نے ان کا دلچسپی سے مطالعہ کیا۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ جو سلسلۂ تالیف آپ نے شروع کیا ہے وہ مدت سے محسوس کی جانے والی ضرورت کو پورا کرے گا۔

میرے لئے نوجوان ہندوستانی اسکالرز کو علمی تحقیق و تجسس میں مشغول دیکھنا بے انتہا مسرت کا باعث ہے . . .،،

۱۰ — امتیاز علی تاج کے ڈرامے ''انار کلی،، کے بارے میں علامہ اقبال کا یہ جملہ مذکورہ ڈرامے کی اشاعت پنجم ۴۴ء کے آخر میں ''انار کلی کے متعلق رائیں،، کے تحت درج ہے۔ انار کلی پہلی مرتبہ ۳۲ء میں شائع ہوئی اس لئے علامہ اقبال کی یہ رائے اسی زمانے کی سمجھی جانی چاہئے :

''انار کلی کی زبان میں روانی اور انداز بیان میں دلفریبی ہے،،

۱۱ — اس خط کا عکس ''روزگار فقیر،، مصنفه فقیر سید وحید الدین کے صفحه ۱۰۰ پر درج ہے اس کے بارے میں مصنف کا بیان ہے که :

'میں ایک ضروری کام کے سلسله میں بمبئی جا رہا تھا ۔ ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہوا تو مجھے بلا کر کہا که رفیق غزنوی نے میری چند غزلیں ہز ماسٹرز وائس پر ریکارڈ کرائی ہیں۔ ان سے مل کر ذرا یه معلوم کرنا که وه کون سی غزلیں ہیں ۔ میں نے بمبئی پہنچ کر اس سلسله میں معلومات حاصل کیں اور ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا ۔ غالباً میں نے جو معلومات بہم پہنچائی تھیں وه نامکمل تھیں اس لئے انہوں نے مجھے ذیل کا خط لکھا۔ (روزگار فقیر ۹۸)

''ڈیر وحید

آپ کا خط مل گیا ہے معلوم یه کرنا ہے که وه غزل یا غزلیں کون سی تھیں جو رفیق صاحب نے گائیں ۔ ان کا ایک ایک مصرع ان سے لکھوا لیجئے ان کے خط میں غزل کا نشان درج نہیں ہے ۔

والسلام
محمد اقبال
۲۷ جولائی ۳۳ء،،

۱۲ — یه مکتوب مشہور مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کے نام لکھا گیا تھا ۔ اس کا عکس پہلی بار آثار علمیه ادبیه کے تحت ماهنامه ''ندیم،، گیا کے بہار نمبر ۱۹۴۰ء سے شائع ہوا تھا ۔ اگرچه یه اقبال نامه مجموعه مکاتیب حصه اول میں شامل ہے لیکن اسکی آخری اضافه شده سطور جو پنڈت جواهر لال نہرو سے متعلق ہیں وہاں نقل ہونے سے ره گئی ہیں ۔ اسلئے یه دوباره یہاں اپنی مکمل شکل میں شریک کیا جاتا ہے ۔

''۲۸ نومبر ۳۵ء
مخدومی

کتب مرسله آج موصول ہوگئیں ۔ بہت بہت شکریه قبول فرمائیے مولانا کا شعری کی خدمت میں علیحده عریضه لکھدیا ہے ۔

مولانا سید سلیمان ندوی کی علالت کی خبریں بہت تردد کر رہی ہیں خدا تعالیٰ انکو صحت عاجل کرامت فرمائے۔ میری طرف سے انکی خدمت میں حاضر ہوکر استفسار حالات کیجئے۔ اس وقت علمائے ہند میں وہ نہایت قابل احترام ہستی ہیں خدا تعالیٰ انکو دیر تک زندہ رکھے۔

امید کہ آپکا مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام

مخلص محمد اقبال

حال ہی میں پنڈت جواہر لال نہرو نے 'ماڈرن ریویو' میں دو مضمون شائع کئے ہیں جن میں سے ایک کا مقصود قادیانیوں کی حمایت ہے۔ انکے جواب میں انشاء اللہ میں بھی لکھوں گا۔

والسلام،،

۱۳ — پنڈت جواہر لال نہرو کے نام علامہ اقبال کا یہ مکتوب پنڈت جی کی مرتبہ کتاب "A bunch of old letters" کے صفحات ۱۸۱ - ۱۸۲ پر شائع ہوا ہے۔ اصل خط انگریزی میں ہے یہاں اسکا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"لاہور- ۲۱ جون ۳۶ء

مائی ڈیر پنڈت جواہر لال

آپ کے خط کا بہت بہت شکریہ جو مجھے کل موصول ہوا ہے۔

جب میں نے آپ کے مضامین کا جواب لکھا تھا اس وقت میرا خیال تھا کہ آپ کو احمدیوں کے سیاسی موقف کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ درحقیقت اصل وجہ جس کے پیش نظر میں نے وہ جواب لکھا یہ بتانا مقصود تھا، خصوصیت سے آپکو، کہ مسلمان وفاداری کا آغاز کیوں ہوا اور کیسے آخرکار اس نے احمدیت میں اپنے لئے راہ اظہار ڈھونڈ لی۔ اپنے مضمون کے چھپ جانے کے بعد مجھے یہ راز معلوم ہوا جس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا کہ پڑھے لکھے مسلمان تک بھی ان تاریخی عوامل کا قطعی شعور نہیں رکھتے جنہوں نے احمدیت کی تعلیم کو ڈھالا ہے۔ اسکے علاوہ آپ کے مضامین آپ کے پنجاب اور دوسرے مقامات کے مسلمان چاہنے والے بے چین ہوگئے۔ اسلئے کہ انہوں نے سمجھا کہ آپ کی ہمدردیاں احمدیہ تحریک کے ساتھ ہیں۔ اور یہی

بات اس چیز کا باعث بنی کہ احمدی آپ کے مضامین پر زیادہ دلیر ہو گئے۔ آپکے بارے میں غلط فہمی پھیلانے کی احمدی جماعت ہی خصوصیت سے ذمہ دار ہے۔ بہرحال مجھے اس بات سے مسرت ہوئی کہ میرا تأثر غلط نکلا۔ میں خود بھی دینیات میں کچھ یونہی سی دلچسپی رکھتا ہوں۔ لیکن احمدیوں سے ان ہی کے میدان میں نبٹنے کی غرض سے مجھے تھوڑا سا اس مضمون سے بھی دل بہلانا پڑا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا مضمون اسلام اور ہندوستان کے ساتھ بہترین خواہشات کے سائے میں لکھا گیا تھا۔ مجھے یقین واثق ہے کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔

مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے کہ میں نے آپ سے لاہور میں ملاقات کا موقعہ کھو دیا۔ میں اس زمانہ میں سخت بیمار تھا اور اپنے کمرے سے باہر نہیں آ سکتا تھا۔ تقریباً دو سال سے اپنی مستقل بیماری کی وجہ سے مسلسل معمولیت کی زندگی گزار رہا ہوں۔ مجھے مطلع کیجئے کہ اب آپ کب پنجاب آئیں گے۔ کیا آپ کو میرا وہ خط ملا جو آپکی مجوزہ شہری آزادی کی انجمن سے متعلق تھا۔ چونکہ آپنے اپنے خط میں اسکا کوئی حوالہ نہ دیا اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو نہیں مل سکا۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال،،

(انگریزی سے ترجمہ)

۳۱ — مذکورہ کتاب ''روزگار فقیر،، کے صفحہ ۱۳۱ پر علامہ اقبال کے اس خط کا عکس چھپا تھا۔ فی الحال نہیں کہا جا سکتا کہ سراج سے کون صاحب مراد ہیں

''لاہور ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

عزیز من سراج

تمہارا خط پڑھکر مجھے بیحد خوشی ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ ملازمت میں تم اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلو گے اور اپنے فرائض محنت اور دیانت سے ادا کرو گے۔ صرف محنت اور دیانت ہی ترقی کی راہیں کھولتی ہیں۔ زیادہ دعا۔

محمد اقبال،،

تقاریر

۱۵— اکتوبر ۱۹۳۳ء میں حکومت افغانستان کی دعوت پر ہندوستان سے علامہ اقبال، سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی اور سکریٹری کی حیثیت سے علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر ڈاکٹر ھادی حسن، کابل پہنچے تا کہ وھاں تعلیمی نظام کا معائنہ کریں اور مشورہ دیں اس غرض سے کہ افغانوں کے نصاب تعلیم کو زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جا سکے۔ مندرجہ تقریر کابل میں ایک استقبالیہ کے جواب میں علامہ اقبال نے فرمائی تھی جو اگرچہ اظہار تشکر ھے لیکن اس میں بھی علامہ کے اسلامی جذبہ کی شدید حدت محسوس کی جا سکتی ھے۔ سیر افغانستان مرتبہ سید سلیمان ندوی مرحوم صفحہ ۸۱ سے ۸۳ یہاں نقل کی جاتی ھے۔

> ''سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر سر راس مسعود کی تقریروں کے بعد جن میں ھمارے جذبات کی نہایت خوبی سے ترجمانی کی گئی ھے اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں ھے جس کو میں بیان کروں لیکن میں سمجھتا ھوں کہ انجمن ادبی کابل کے ارکان مجھ سے بھی یہ توقع رکھتے ھونگے کہ خیر مقدم اور خوش آمدید انہوں نے جس لطیف اور بلیغ ترین انداز میں کیا اور کہا ھے اس کے جواب میں میں بھی کچھ عرض کروں۔ میں انجمن ادبی کابل کا بہت ممنون ھوں کہ اس نے اپنی مہربانی سے میرے متعلق نظم و نثر میں اچھے خیالات اور پر احساس جذبات ظاھر کئے ھیں۔

میں بھی خواھش رکھتا ھوں کہ صرف اور صرف انجمن ادبی کابل کے نوجوان ارکان کے عملی پہلو (فعالیت) اور کاروائیوں سے بحث کروں، کوئی شک نہیں کہ انجمن اپنے کام کی اھمیت اور ذمہ داری سے بخوبی آگاہ ھے۔ میرا یہ عقیدہ ھے کہ آرٹ یعنی ادبیات یا مصوری یا موسیقی اور یا معماری جو بھی ھو، ھر ایک زندگی کی معاون اور خدمت گار ھے اور اس بناء پر آرٹ کو چاھیے کہ میں ایجاد کہوں نہ تفریح، شاعر ایک قوم کی زندگی کی بنیاد کو آباد یا برباد کر سکتا ھے۔ اس وقت جب حکومت کوشش کر رھی ھے کہ موجودہ زمانہ میں افغانستان کی تاریخ نئی زندگی کے میدان میں داخل ھو تو اس ملک کے شعرا پر لازم ھے کہ اخلاف نوجوانوں کے لئے سچے رھنما بنیں، زندگی کی عظمت و بزرگی کے بجائے موت کو زیادہ بڑھا کر نہ دکھائیں کیونکہ ''آرٹ،،

جب موت کا نقشہ کھینچ کر دکھاتا ہے اس وقت وہ ''سخت خوفناک اور برباد کن،، ہو جاتا ہے اور جو حسن قوت سے خالی ہو وہ محض ایک پیغام موت ہے ۔

دلبری بے قاهری جادو گری است
دلبری با قاهری پیغمبری است

میں چاہتا ہوں کہ آپ کی توجہ کو ایک مرکزی نقطہ کی طرف مبذول کراؤں ۔ حیات نبوی صلعم کے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے ۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے حضور میں امراء القیس کے جو مشہور عرب شاعر ہے کچھ اشعار پڑھے گئے ۔ ارشاد ہوا ۔

''اشعر الشعرا و قائدهم الی النار،،

اسی ارشاد سراسر شاد سے واضح طور پر روشن ہوتا ہے کہ شعر کا کمال بعض اوقات لوگوں پر برا اثر ڈالتا ہے ۔ ایک قوم کی زندگی کی موقوف علیہ چیزیں محض شکل و صورت نہیں بلکہ جو چیز حقیقتاً قوم کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے وہ ''تخئیل،، ہے جس کو مشام قوم کے سامنے پیش کرتا ہے اور وہ بلند نظریات ہیں جن کو وہ اپنی قوم میں پیدا کرنا چاہتا ہے ۔ قومیں شعرا کی دستگیری سے پیدا ہوتی ہیں اور اہل سیاست کی پامردی سے نشو و نما پاکر مر جاتی ہیں ۔ پس یہ خواہش ہے کہ نوجوان افغانستان کے شعرا و انشا پرداز ہم عصروں میں ایسی روح پھونکیں جس سے وہ رفتہ رفتہ آخر میں اپنے آپ کو پہچان سکیں ۔ جو قوم ترقی کے راستے پر چل رہی ہے اس کی انانیت خاص تربیت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے مگر وہ تربیت جس کا خمیر احتیاط کے ساتھ اٹھایا جائے ۔ بس انجمن کا کام یہ ہے کہ نوجوان نسلوں کی فکروں کو ادبیات کے ذریعہ سے متشکل کرے اور ان کو ایسی روحانی صحت بخشے کہ وہ بالآخر اپنی انانیت کو پاکر اور قابلیت بہم پہنچا کر پکار اٹھیں :

دردستہ تیغم و گردوں برهنہ ساخت مرا فساں کشید و بروی زمانہ آخت مرا
من آں جہان خیالم کہ فطرت ازلی جہان بلبل و گل را شکست و ساخت مرا
نفس بہ سینہ گدازم کہ طائر موسم توان ز گرمیٔ آواز من شناخت مرا

میں ایک اور نکتہ بھی کہنا اور گزر جانا چاہتا ہوں ۔ موسیولینی نے ایک اچھا نظریہ قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اٹلی کو چاہئے کہ اپنی نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کروڑ پتی کو پیدا کرے جو اٹلی کے گریبان

کو اینگلو سیکسن اقوام کے قرضہ جات کے چنگل سے چھڑا سکے یا کسی دوسرے دانتے کو پیدا کرے جو نئی جنت پیش کرے یا کسی نئے کولمبس کو حاصل کرے جو ایک نئے براعظم کا پتہ چلائے۔ اگر آپ مجھ سے افغانستان کی نجات کے متعلق سوال کریں تو میں کہوں گا کہ افغانستان کو ایک ایسے مرد کی ضرورت ہے جو اس ملک کو اس کی قبائلی زندگی سے نکال کر وحدت ملی کی زندگی سے آشنا کرے لیکن مجھے خوشی ہے کہ افغانستان کو ایک ایسا مرد مل گیا ہے جس کا وہ عرصہ سے انتظار کر رہا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اعلیحضرت نادر شاہ کی شخصیت ایجاد کار کو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ افغانستان کو ایشیا میں ایک نئی قوم بنا کر دنیا سے تعارف کرائیں۔ اس وطن کے نوجوانوں کو چاہئے کہ اس بزرگ رہنما کو اپنی تعلیم و تربیت کا معلم سمجھیں کیونکہ ان کی تمام زندگی ایثار۔ اخلاص اور اپنے ملک کے ساتھ صداقت اور اسلام کے ساتھ عشق و محبت سے لبریز ہے‘‘۔

۱٦ — یہ غزل ’’ فتنہ و عطرفتنہ ،، لکھنؤ بابت ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۳ء جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۲۰ سے منقول ہے۔ مطلع اور مقطع میں نادر سے مراد میر نادر علی کاکوروی اور نیرنگ سے میر غلام بھیک نیرنگ ہیں۔ ان دونوں حضرات سے اقبال کے دوستانہ تعلقات و مراسم تھے۔

پاس والوں کو تو آخر دیکھنا ہی تھا مجھے
نادر کاکوروی نے دور سے دیکھا مجھے

اے حباب بحر اے پروردۂ داماں سوچ
کچھ پتہ ملتا ہے تجھ سے اپنی ہستی کا مجھے

کیا کروں اے دل چمن آرائے عالم کا گلہ
ضبط کی طاقت نہ دی بخشا لب گویا مجھے

دل میں جو آتا ہے کہدوں گا کہ میں مجبور ہوں
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے کچھ نہیں پرواہ مجھے

کھل گئی چشم تماشا اپنی جس دم اے کلیم
طور ہر ذرے کے دامن میں نظر آیا مجھے

قہر کر دینا نہ اے صیاد مجھ کو چھوڑ کر
ہوگیا ہے قید سے کچھ پیار سا پیدا مجھے

کس قدر تاریک تھی یا رب مری صبح نمود
آہ اس ظلمت نے مجھ سے بھی چھپا رکھا مجھے

حال دل کس سے کہوں اے لذت افشائے راز
ایک بھی اس دیس میں محرم نہیں مانا مجھے

رهتے هیں بیدرد میری چشم تر پر خنده زن
اے دل درد آشنا تو نے کیا رسوا مجھے

یوں بگڑنا میری خود بینی پہ اب زیبا نہیں
اپنی صورت پر کیا تھا تو نے کیوں پیدا مجھے

تر چلی آتی ہے کچھ صبح ازل سے میری آنکھ
جب سے روتا ہوں کہ جب آتا نہ تھا رونا مجھے

یاد دنیا کی کہاں جاتی ہے اے اہل عدم
ہاں یونہی سا یاد ہے کچھ اپنا مر جانا مجھے

ہے بسیرا اک نئی ڈالی پہ مدت سے مگر
یاد آتا ہے پرانا آشیاں اپنا مجھے

موت یہ میری نہیں، میری اجل کی موت ہے
کیوں ڈروں اس سے کہ مر کر پھر نہیں مرنا مجھے

نادر و نیرنگ ہیں اقبال میرے ہم سفر
ہے اسی تثلیث فی التوحید کا سودا مجھے

۱۷ — یہ شعر علم مجلسی حصہ سوم ب صفحہ ۵۳ مرتبہ عزیز الرحمن منشی، لال قلعہ، میں علامہ اقبال سے منسوب کیا گیا ہے:

''یہ مانا قصۂ غم سے تمہارے جی بہلتا ہے
سنائیں تم کو اپنے درد دل کی داستاں کب تک،،

۱۸ — یہ نظم جس کا عنوان ''میں اور میری قوم،، ہے مذکورہ کتاب ''علم مجلسی،، کے حصہ ششم صفحہ نمبر ۳۱ (مطبوعہ دسمبر ۱۹۳۶ بار اول) پر علامہ اقبال کے نام سے درج ہے۔ متذکرہ بالا شعر جو اسی کتاب کے ایک دوسرے حصہ سے منقول ہے نیز یہ نظم دونوں علامہ اقبال کی ابتدائی کوشش معلوم ہوتی ہیں: —

ہو چکا اے قوم تیرا آشیاں برباد اب
زندگی کا دم ہے زیر دامن صیاد اب

اے میری قوم ناز میں تیرے اٹھاؤں گا
گل میں ہزار کھاؤں گا اور گل کھلاؤں گا

کب تک نہ دیگی نالۂ بلبل کا کچھ جواب
اے گلبدن فسانہ خزاں کا سناؤں گا

ہے تجھ میں خوئے شمع تو پروانہ بن کر میں
جلنے کو جل بجھوں گا یہ جوہر دکھاؤں گا

دیکھوں گا کیسے نیند سے تو جاگتا نہیں
خوب آج گد گداؤں گا پاؤں دباؤں گا

تیرا لہو سفید جو شیریں ادا ہوا
میں جوئے شیر کوہکنی کرکے لاؤں گا

جاگی نہ تو تو صور سرافیل کی طرح
نالوں سے اپنے شورش محشر مچاؤں گا

ثابت قدم ہوں مجھ کو قسم رب پاک کی
چیروں گا کوہ و دشت بیاباں ہلاؤں گا

ٹیکا سمجھ کے میں ترے بخت سیاہ کو
عین الکمال برزخ دنیا دکھاؤں گا

عاشق کی زندگی ہے خط و خال دیکھنا
اور میری زندگی ترا اقبال دیکھنا

۱۹ — یہ فارسی غزل رسالہ ''تمدن،، دہلی کی اولین اشاعت اپریل ۱۱ء میں 'قند پارسی' کے زیر عنوان صفحہ نمبر ۸۸ پر شائع ہوئی ہے۔ یہ رسالہ شیخ محمد اکرام اور راشد الخیری کی باہمی کوششوں سے جاری ہوا تھا۔ اس غزل کے صرف پہلے، دوسرے، پانچویں، ساتویں اور نویں شعر کو علامہ اقبال نے پیام مشرق کی ترتیب میں شریک کیا ہے۔ غزل سے پہلے تمہیداً مرزا محمد سعید ایم اے کی یہ عبارت بھی شائع ہوئی ہے :

''حضرت اقبال کے اردو کلام سے ایک زمانہ مستفید ہوچکا ہے لیکن یہ امر نسبتاً کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جناب موصوف فارسی کلام پر بھی کماحقہ قدرت رکھتے ہیں۔ اس صنف میں ان کے لطیف زبان اور حسن بیان کا ذیل کی غزل سے اندازہ ہو سکتا ہے جسے تیمناً درج کرتے ہیں۔ ان کی طبع نیساں کا یہ ترشح امید دلاتا ہے کہ تمدن کی کشت مضامین آئندہ بھی ان کے ترشحات قلم سے سیراب ہوتی رہے گی۔ اردو اور فارسی کا ایسا اچولی دامن کا ساتھ ہے کہ فارسی غزلیات کا اردو رسائل میں شائع ہونا کسی طرح بھی نا موزوں نہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ ''تمدن،، آئندہ بھی صاحب کمال

شعرا کے فارسی کلام کا نمونہ وقتاً فوقتاً پیشکش ناظرین کرتا رہے گا۔

''تمدن،، میں شائع شدہ غزل میں کتابت کی چند اغلاط راہ پا گئی تھیں ان کی یہاں تصحیح کردی گئی ہے :

''آشنا ہر خار را از قصهٔ ما ساختی — در بیابان جنوں بردی و رسوا ساختی
جرم ما از دانهٔ تقصیر او از سجدهٔ — نے بآں بیچارہ می سازی نه باما ساختی
اے خنک روزی که فرمان پریشانی دهی — بشتے خاکی را که حشر آرزو ها ساختی
جرم امروزاست خال چهرهٔ فردائے حشر — آفتاب ایں سحر از ظلمت ما ساختی
اینچه افسوں وینچه نیرنگ است ایحسن غیور — دیده بخشیدی و محروم تماشا ساختی
طرح نوافگن که ماجدت پسند افتاده ایم — ایں چه حیرت خانهٔ امروز وفردا ساختی
اےسرت گردم چه پنداری که ما نشناختم — چاک داماں خوداز دست زلیخا ساختی
پرتو حسن تومی افتد بروں مانند رنگ — صورت مے پرده از دیوار مینا ساختی
برلب اقبال مہر خاموشی زیبا نبود
چوں دل وارفته اش را نغمه پیرا ساختی

۲۰ — یہ تین شعر ماھنامہ 'نورجہاں، امرتسر نومبر ۱۹۳۵ء سے نقل کئے جاتے ھیں رسالے میں ان اشعار کا عنوان اور تمہیدی سطور مندرجہ ذیل تھیں :

''چشمہ زار زندگی

حضرت اقبال کا تازہ ترین کلام

یہ ھماری خوش قسمتی ھے کہ حضرت علامہ اقبال کا تازہ ترین کلام جس میں عورت کی اھمیت اور پردہ کی ضرورت پر ایک لطیف انداز میں روشنی ڈالی گئی ھے سب سے اول 'نورجہاں، میں شائع کرنے کیلئے ھمیں مرحمت کیا گیا ھے ھم اس کرم فرمائی کے لئے علامہ ممدوح کے ممنون ھیں اور مزید توجہات کے متوقع،،

اشعار کے بعد لکھا ھے :

''مرسلہ محمد حسین زر افشاں لاھور،،

''تاب زن مثل گہر برخویشتن پیچیده به
چشمه زار زندگانی از نظر پوشیده به

زندگی بحر پر آشوب است و زن پایاب اوست
موج و گردابش نگر پایاب او نادیده ام
آشکار آئی ز سر آفرینش دوری است
زانکه حفظ جوہر ہر خالق از مستوری است

۲۱ — یہ شعر ''زمانہ،، کانپور دسمبر ۱۹۲۵ء قومی نمبر میں پیغام کے طور پر شائع ہوا ہے اور ایڈیٹر نے مندرجہ ذیل صراحت بھی کی ہے :

''ایڈیٹر زمانے کی استدعا پر اقبال نے بھی ایک شعر خاص طور پر عنایت فرمایا ہے،، ۔

نہ کنم دگر نگاہے بہ رہے کہ طے نمودم
ہر سراغ صبح فردا روش زمانہ دارم

۲۲ — یہ قطعہ پروفیسر محمد حبیب (سابق صدر شعبہ سیاسیات و تاریخ، مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) اور حسن عابد جعفری کے ماہنامے ''شمع،، آگرہ کی اشاعت جنوری ۱۹۲۶ء میں سر ورق کے بعد پہلے صفحہ (آغاز رسالہ) پر شائع ہوا تھا ۔

''عقل ہم عشق است و از ذوق نگہ بیگانہ نیست
لیکن آں بیچارہ را آہ جرأت زندانہ نیست
ہر زماں یک تازہ جولاں گہ می خواہم ازو
تا جنوں فرمای من گوید دگر ویرانہ نیست،،

۲۳ — یہ اشعار پہلی بار روزنامہ ''انقلاب،، لاہور کے سالگرہ عید نمبر میں بعنوان ''مے خانہ،، اشاعت پذیر ہوئے تھے چونکہ اس شمارہ پر کوئی واضح تاریخ درج نہیں تھی اس لئے میں نے مولانا غلام رسول مہر صاحب مدیر انقلاب کی توجہ دلائی ۔ موصوف نے از راہ عنایت جو گرامی نامہ میرے عریضے کے جواب میں ارسال فرمایا اس کا ضروری حصہ درج کیا جاتا ہے :

''۔۔۔۔۔۔ اتنا یاد ہے کہ پہلا سالگرہ نمبر ٹھیک ایک سال بعد ۳ اپریل ۱۹۲۸ء کو شائع ہوا تھا اس طرح متواتر تین یا چار سالگرہ نمبر چھپے ۔۔۔۔۔۔،،

مذکورہ نمبر کے اداریے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ شمارہ پہلی سالگرہ پر شائع ہوا ہے ۔ اسی طرح اس شمارہ کی تاریخ اشاعت ۳ اپریل

۱۹۲۸ء قرار پائے گی۔

''مئی مغانہ کہ بر عاقلاں شکست آورد مرا بروں ز طلسم بلند و پست آورد
اگرچہ تیرہ نہادیم و سست بنیادیم فروغ ماست کہ بر سہرومہ شکست آورد
مرید ساقیٔ رومم کہ فیض او عام است مرا بمیکدہ ہشیار برد و مست آورد
سخن بگوئی ز بسیار دانی اقبال
ز نغمہ ایست کہ یک شہر دل بدست آورد،،

۲۴ — یہ تحریر گویا مشہور دوا 'دل روز' کا اشتہار ہے جو مختلف رسائل میں شائع ہوتا رہا ہے اور علامہ اقبال کے مصرع —'عرقش بہ ز مرہم کافور' کی شان نزول بتاتا ہے۔ یہاں یہ سطریں مجلہ درویش، لاہور صفحہ نمبر ۳۲ سے نقل کی گئی ہیں۔ گرامی کے قیام لاہور کا ذکر علامہ کے اکثر خطوط میں آیا ہے لیکن یہ مختلف سنین و ایام میں ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ دل روز سے شفایابی اور ان مصرعوں کی تاریخ نزول کیا ہے۔

''ہندوستان کے مشہور فارسی گو شاعر مولانا گرامی مرحوم ناسور میں مبتلا تھے۔ لدھیانہ میں سول سرجن نے آپریشن کیا۔ چند ماہ کے بعد وہ ناسور پھر نمودار ہوگیا۔ حیدرآباد دکن میں کئی ایک بالغ نظر ڈاکٹروں نے علاج کیا وہ ناسور نہ گیا۔ آخرکار لاہور میں گرامی، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے بیرسٹر کے مہمان تھے۔ ناسور کی تکلیف میں سخت مبتلا تھے۔ شیخ طاہر الدین نے عرق 'دل روز' دیا۔ لاہور میں وہی عرق گرامی استعمال کرتے رہے دو ہفتے میں وہ ناسور معدوم ہوگیا گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ میاں طاہر نے مسیحائی کی۔ گرامی نے ایک مصرع طاہر صاحب کی نذر کیا :

اطہرم کرد طاہر از ناسور

ترجمان حقیقت نے مصرع ثانی لگا دیا :

عرقش بہ ز مرہم کافور،،

۲۵ — یہ رباعی ماہنامہ ''طلوع اسلام،، دہلی کی اشاعت اکتوبر ۱۹۳۸ء میں صفحہ نمبر ۳ پر شائع ہوئی تھی۔ مذکورہ رسالے میں عنوان اس طرح

قائم کیا گیا تھا :

''گہرہائے نایاب

حضرت علامہ اقبال کی غیر مطبوعہ رباعی،،

''بمنزل کوش مانند مہ نو
دریں نیلی فضا ہردم فزوں شو
مقام خویش اگر یابی دریں دیر
بحق دل بند و راہ مصطفیٰ رو،،